حرف آغاز

مطالعۂ سیرت

(قرآن کی رہ نمائی میں)

سید جلال الدین عمری

۱۰۔۱۱/مارچ ۲۰۱۸ء کو علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی کے شعبۂ اسلامک اسٹڈیز نے انسٹی ٹیوٹ آف آبجیکٹیو اسٹڈیز نئی دہلی کے اشتراک سے 'موجودہ دور میں ہندوستان میں سیرت نگاری' کے موضوع پر دو روزہ سمینار منعقد کیا تھا۔ اس کے افتتاحی اجلاس میں راقم نے 'مطالعۂ سیرت۔ قرآن کی رہ نمائی میں' کے عنوان سے مضمون پیش کیا تھا۔

اس موضوع پر دورِ حاضر میں متعدد کوششیں ہوئی ہیں۔ جناب محمد عارف گھانچی نے اپنے ایک مضمون میں اس سے متعلق سڑسٹھ (۶۷) کتابوں کا ذکر کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں: ''ان کے مؤلفین کے بیان کے مطابق انھوں نے قرآن کریم کی روشنی میں سیرتِ مبارکہ اور حیاتِ مقدسہ تحریر کرنے کا اہتمام کیا ہے، قطع نظر اس بات سے کہ ان کا بیان حقیقت سے کس قدر قریب ہے۔'' (مجلہ السیرۃ، کراچی، شمارہ ۲۶، رمضان ۱۴۳۲ھ) جو فہرست پیش کی گئی ہے۔ اس میں بہ ظاہر ہر سطح کی تصنیفات ہیں۔

راقم کے پیش نظر یہ تصنیفات نہیں تھیں، اس لیے وہ ان سے استفادہ نہیں کرسکا۔ اس نے اپنے طور پر اس موضوع کا مطالعہ کیا ہے۔ اس میں سیرت کے بعض پہلوؤں پر صرف اشارات ہی کیے جا سکے ہیں، تفصیل نہیں آسکی ہے۔ یہ موضوع مزید تحقیق کا طالب ہے۔ اللہ نے چاہا تو آئندہ اس کی طرف توجہ کی جاسکے گی۔ (جلال الدین)

اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب قرآن مجید اور جس مقدس ہستی پر وہ نازل ہوا اس کی سنت امتِ مسلمہ کی فکری اساس بھی ہیں اور عملی اساس بھی۔ اس نے ان ہی دو

سرچشموں سے فیض حاصل کیا ہے اور ان ہی کی رہ نمائی کو اپنے لیے قابلِ اعتماد راہ نمائی تصور کیا ہے۔ تمام اسلامی علوم کی بنیاد ان ہی دو اساسات پر ہے، خواہ ان کا تعلق تفسیرِ قرآن و شرحِ حدیث سے ہو، فقہ سے ہو، عقیدہ و کلام سے ہو، تاریخ سے ہو، تصوف اور اخلاق سے ہو، یا حکمت و معرفت سے۔ اس سے آگے طبیعیات یا فزیکل سائنسز، ریاضی، جغرافیہ، طب کے علوم کا محرک بھی کسی نہ کسی رخ سے ان ہی کی خدمت رہا ہے۔

مجھے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم فداہ امی وابی کی سیرت سے متعلق کچھ عرض کرنا ہے، لیکن خوف دامن گیر ہے، اس لیے کہ آپ کی سیرت بیانِ واقعات ہی نہیں، بلکہ امت کی راہ نمائی بھی ہے، آپ کے نقوشِ قدم کی تلاش و جستجو ہے، تاکہ ان کی اتباع کی جائے۔ اس لیے پھونک پھونک کر قلم کو جنبش دینی پڑتی ہے۔ ؎

نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

سیرتِ رسول کا سب سے مستند اور سب سے معتبر ماخذ قرآن مجید ہے۔ اس کا بیان قولِ فیصل ہے۔ اس کی تائید میں ہم دوسرے مآخذ سے بھی استفادہ کر سکتے ہیں، بلکہ کرنا چاہیے۔ قرآن مجید نے حیاتِ مبارکہ کے مختلف پہلوؤں کا کہیں اشاروں میں اور کہیں تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ اس سے آپ کی بڑی حسین اور بڑی جامع تصویر ابھرتی ہے۔ مولانا ابوالکلام آزادؒ نے تذکرہ میں کہا ہے اور بالکل صحیح کہا ہے کہ قرآن مجید کے سوا کوئی دوسرا ماخذ سامنے نہ ہو تو بھی آپ کی سیرت مرتب ہو سکتی ہے، لیکن مولانا کے علمی ذخیرے میں اس نوع کی سیرت ہمیں نہیں ملتی۔ ان کے علمی منصوبوں میں یہ کارِ خیر شاید شامل نہیں ہو سکا۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کا ایک مضمون تفہیمات (حصۂ دوم) میں شامل ہے۔ عنوان ہے 'قرآن اپنے لانے والے کو کس رنگ میں پیش کرتا ہے'؟ اس میں مولانا نے بتایا ہے کہ دنیا میں جتنے بانیانِ مذاہب رہے ہیں انھوں نے خود کو پروردگارِ عالم یا اس کا قائم مقام قرار دیا ہے، یا ان کے ماننے والوں نے انھیں اس مقام تک پہنچا دیا ہے، لیکن قرآن مجید نے اللہ تعالیٰ کے تمام پیغمبروں کے بارے میں، خاص طور پر اپنے لانے والے کے بارے میں بار بار صراحت کے ساتھ کہا ہے کہ آپ بشر ہیں اور منصبِ رسالت

کی وجہ سے آپ کا مقام بشریت سے بلند نہیں ہے۔ مولانا فرماتے ہیں:

''اگر اسلامی لٹریچر کی دوسری تمام کتابیں دنیا سے ناپید ہو جائیں اور صرف قرآن مجید ہی باقی رہ جائے تب بھی رسول اکرم ﷺ کی شخصیت کے متعلق کسی غلط فہمی، کسی شک وشبہ اور کسی لغزشِ عقیدت کی گنجائش نہیں نکل سکتی۔ ہم اچھی طرح معلوم کر سکتے ہیں کہ اس کتاب کا لانے والا ایک کامل انسان تھا، بہترین اخلاق سے متصف تھا، انبیاء سابقین کی تصدیق کرتا تھا، کسی نئے مذہب کا بانی نہ تھا اور کسی فوق البشر حیثیت کا مدّعی نہ تھا۔ اس کی دعوت تمام عالم کے لیے تھی۔ اس کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے چند مقرر خدمات پر مامور کیا گیا تھا اور جب اس نے خدمات کو پوری طرح انجام دے دیا تو نبوت کا سلسلہ اس کی ذات پر ختم ہو گیا۔'' (ص ۳۸)

اس طرح کی کوششیں اور بھی ہوں گی، جو میرے محدود علم میں نہیں ہیں، لیکن اس سے سیرت کی وہ جامع اور مکمل تصویر نہیں ابھرتی جو قرآن پیش کرتا ہے۔ کسی بھی شخصیت کی سیرت کے مطالعہ کے لیے اس ماحول کا اور ان حالات کا جاننا ضروری ہے جس میں وہ پیدا ہوئی، اس پر اثر انداز ہوئی اور کسی بھی نوع کی اس نے خدمت انجام دی۔

قرآن مجید نے مختلف مناسبتوں سے عہدِ رسالت کے مذہبی، سماجی اور تہذیبی حالات بیان کیے ہیں۔ اس سلسلے میں ایک بات یہ سامنے آتی ہے کہ اہلِ عرب وجودِ باری تعالیٰ کے منکر نہیں تھے، وہ تسلیم کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہی اس زمین و آسمان کا خالق اور حاکم ہے:

وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيزُ الْعَلِيمُ (الزخرف:۹)

اگر تم ان لوگوں سے پوچھو کہ زمین اور آسمانوں کو کس نے پیدا کیا؟ تو یہ خود کہیں گے کہ انھیں زبردست علیم ہستی نے پیدا کیا ہے'۔

قُل لِّمَنِ الْأَرْضُ وَمَن فِيهَا إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ۔ سَيَقُولُونَ لِلّٰهِ قُلْ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ (المومنون: ۸۴۔۸۵)

ان سے کہو کہ بتاؤ، زمین میں جو کچھ ہے وہ کس کا ہے؟ وہ خود کہیں گے کہ یہ سب اللہ کا ہے۔ کہو، پھر تم نصیحت حاصل کیوں نہیں کرتے؟

قُلْ مَن رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ۔ سَيَقُولُونَ لِلّٰهِ قُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ (المومنون: ۸۶۔ ۸۷)

ان سے کہو کہ بتاؤ، ساتوں آسمان اور عرش عظیم کا مالک کون ہے؟ وہ خود کہیں گے کہ یہ سب اللہ کے ہیں۔ کہو، پھر تم اس سے کیوں خوف نہیں کھاتے؟!

وہ تسلیم کرتے تھے کہ زمین، جس پر وہ رہتے بستے ہیں، اس کا سارا ساز و سامان اسی کا ہے۔ سات آسمان اور عرش عظیم کا وہی مالک ہے۔ ساری بادشاہت اسی کے ہاتھ میں ہے۔ وہ جسے پناہ دے اسے پناہ حاصل ہوگی، اس کے مقابلہ میں کوئی پناہ دہندہ نہیں۔

جب کشتی بھنور میں پھنس جاتی اور بچنے کی توقع نہ ہوتی تو اسی کو آواز دیتے اور وعدہ کرتے کہ اس کے شکر گزار اور احسان شناس بن کر رہیں گے، لیکن بعد میں وہی سرکشی اور بغاوت کا رویہ اختیار کرتے جو پہلے سے تھا۔

اس عظیم کائنات پر اللہ تعالیٰ کے اقتدارِ اعلیٰ کو تسلیم کرنے کے باوجود وہ شرک میں مبتلا تھے۔

وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ (یوسف ۱۰۶)

ان میں سے اکثر اللہ کو مانتے ہیں، مگر دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہیں۔

اس کی توجیہ وہ یہ کرتے کہ اللہ تعالیٰ کے یہ شرکاء اس سے قربت کا ذریعہ ہیں:

وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءَ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللّٰهِ زُلْفَى (الزمر: ۳)

جن لوگوں نے اللہ کے سوا شرکاء بنا رکھے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم ان کی پرستش اس لیے کرتے ہیں تا کہ وہ ہمیں اللہ سے قریب کریں۔

سورۂ انعام، جو قرآن مجید کی موجودہ ترتیب میں پہلی مفصل سورت ہے، جسے مکی سورتوں کی تمہید بھی کہا جا سکتا ہے، اس (کی آیات ۱۳۶۔ ۱۴۰) میں اس کی کسی قدر

تفصیل ملتی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا اقرار کرنے کے باوجود اس کے خود ساختہ شریکوں سے خوف کھاتے تھے اور انہیں ہر حال میں خوش رکھنا چاہتے تھے۔ کھیتی اور مویشی، جو اللہ ہی کے عطا کردہ ہیں، اس میں اللہ تعالیٰ کا حصہ نکالتے، اس کے ساتھ اپنے خداوندانِ باطل کا بھی حصہ مقرر کرتے، لیکن اہمیت ان ہی خداوندوں کی ہوتی۔ یہ تو ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کے حصہ میں سے کچھ ان کے حصہ میں چلا جاتا، لیکن یہ ناممکن تھا کہ ان خداؤں کا جو حصہ ہے اس کا تھوڑا بہت اللہ تعالیٰ کی طرف منتقل ہو جائے۔

کبھی جانوروں اور کھیتی کے بارے میں کہتے کہ یہ ممنوع ہیں، ان کا استعمال صرف وہی کر سکتے ہیں جسے وہ چاہیں۔ غالباً یہ (پروہتوں اور پجاریوں کے لیے مخصوص تھا) اونٹ کو سانڈ کی طرح دیوتاؤں کے نام پر چھوڑ دیتے، ان سے بار برداری کا کام نہیں لیا جاتا تھا۔ اونٹنی کے ذبح کرنے کے بعد اس کے پیٹ سے زندہ بچہ نکلتا تو اس سے صرف مرد لطف اندوز ہوتے۔ اگر وہ مردہ ہوتا تو عورتیں بھی اس میں شریک ہو سکتی تھیں۔ قتلِ اولاد ایک سنگین جرم ہے۔ اس کا بھی ارتکاب مختلف وجوہ سے ان کے ہاں ہو رہا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ عربِ جاہلیت کا حال جاننا چاہو تو سورۂ انعام کی مذکورہ بالا آیات کا مطالعہ کرو۔ ان آیات میں جن امور کا ذکر ہے، قرآن مجید میں ان کا بار بار ذکر آیا ہے اور ان کی قباحتیں بیان ہوئی ہیں۔ اس کی ایک مثال سورۂ مائدہ کی آیت ۱۰۳ ہے، جس میں ان اونٹوں کا ذکر ہے جو بتوں کے نام پر چھوڑ دیے جاتے تھے اور جن سے وہ فائدہ نہیں اٹھاتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ کی ابتدائی زندگی

رسول اللہ ﷺ کے بارے میں ارشاد ہے:

أَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيماً فَآوَى ۔ وَوَجَدَكَ ضَالاً فَهَدَى ۔ وَوَجَدَكَ عَائِلاً فَأَغْنَى (الضحٰی:۶ ـ ۷)

کیا ہم نے تمہیں یتیم نہیں پایا اور ٹھکانا فراہم کیا اور تمہیں حیران و سرگشتہ

پایا اور راہ دکھائی اور تمہیں بے سروسامان اور غریب پایا اور بے نیاز کردیا۔

اس کی تفصیل کی ضرورت نہیں محسوس ہوتی۔ خاص بات یہ کہ اس میں آپ کے عہدِ طفلی، دورِ شباب اور بعثت کا ذکر ہے کہ ہر نازک مرحلے میں اللہ تعالیٰ کی نصرت و حمایت آپ کے شاملِ حال رہی اور آئندہ بھی رہے گی۔

رسالت سے قبل آپ کی زندگی اتنی صاف شفاف اور آپ کا کردار اتنا بلند تھا کہ مکہ کی آبادی آپ کو صادق و امین کہتی تھی اور کبھی کسی کو حرف گیری کا کوئی موقع نہیں ملا۔ قرآن مجید نے اسے دلیلِ رسالت کے طور پر پیش کیا ہے:

قُل لَّوْ شَاءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهُ عَلَيْكُمْ وَلَا أَدْرَاكُم بِهِ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّن قَبْلِهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ (یونس: ۱۶)

اگر اللہ چاہتا تو میں یہ قرآن تمہیں پڑھ کر نہ سناتا اور نہ اس سے واقف کراتا۔ میں تمہارے درمیان اس سے پہلے ایک عمر گزار چکا ہوں۔ کیا تم سوچتے نہیں ہو؟

جس شخص کی زبان کبھی جھوٹ سے آلودہ نہ ہوئی ہو، کیا وہ اللہ تعالیٰ پر افترا پردازی کرے گا؟ جس نے آج تک کسی کو دھوکا نہ دیا ہو؟ کیا اب وہ اللہ کا نام لے کر فریب دے گا؟ جس نے کبھی وحی و رسالت کا ذکر نہ کیا ہو، اس کی زبان پر یہ بلیغ کلام کیسے جاری ہوگیا؟ کیا تمہاری عقل اسے غلط کار اور فریبی کہہ سکتی ہے؟ اس سے بہت سے ان الزامات کی تردید ہوتی ہے، جو آپ کی ذاتِ گرامی اور قرآن مجید پر کیے جاتے ہیں۔

خاندانی زندگی

رسول اکرم ﷺ کی عائلی زندگی سے متعلق قرآن مجید میں کافی تفصیل ملتی ہے۔ ازواج مطہرات سے محبت اور ہمدردی، ملاطفت اور مساوی سلوک کا ذکر ہے۔ ان کی جو تعلیم وتربیت ہورہی ہے، اس کے احترام کا انہیں حکم دیا گیا ہے:

وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلَى فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ

لَطِیۡفاً خَبِیۡراً (الاحزاب: ۳۴)
یاد رکھو اللہ کی آیات اور حکمت کی ان باتوں کو جو تمہارے گھروں میں
سنائی جاتی ہیں۔ بے شک اللہ لطیف اور باخبر ہے۔

ازواجِ مطہرات کے آپس کے تعلقات، باہم رقابت، ہر ایک کی یہ کوشش کہ رسول اللہ ﷺ کا زیادہ قرب اسے حاصل ہو، اس میں بعض اوقات بے احتیاطی یا نامناسب رویہ بھی سامنے آتا، اس پر تنبیہ اور اصلاح کی گئی۔ بتایا گیا کہ وہ امت کی مائیں ہیں۔ انہیں امت کے لیے نمونہ ہونا چاہیے۔ ان کی لغزش دوسروں کی غلطی اور کوتاہی کا سبب بن سکتی ہے۔ دنیا کی طلب ان کے شایانِ شان نہیں ہے۔

ایک موقعہ پر ام المومنین حضرت عائشہؓ کی عفت وعصمت پر منافقین نے حملہ کر دیا۔ ان کی شان میں نازیبا باتیں کی جانے لگیں۔ اس سے بعض نیک طبع اور سادہ مزاج لوگ بھی متاثر ہو گئے۔ اللہ تعالی کی طرف سے آپ کی براءت کا اعلان ہوا کہ اس طرح کا خیال بھی کسی مسلمان کے دل میں نہیں آنا چاہیے۔

متبنی حقیقی اولاد نہیں ہے۔ اس لیے اس پر حقیقی اولاد کے احکام نافذ نہیں ہو سکتے۔ حضرت زیدؓ، جو رسول اللہ ﷺ کے متبنّیٰ تھے، انہوں نے حضرت زینبؓ کو طلاق دی تو ان سے آپؐ نے نکاح کیا اور ہمیشہ کے لیے ثابت ہو گیا کہ متبنّیٰ کا حکم حقیقی اولاد کا نہیں ہے۔ ان کے باپ ہی کی طرف ان کی نسبت ہوگی، البتہ ان سے دینی رشتہ باقی رہے گا۔ اس ذیل میں یہ بات بھی بیان ہوئی کہ آپ کے اولاد نرینہ نہیں ہے: مَّا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ (الاحزاب: ۴۰)۔ اس کا ذکر سورۂ کوثر میں بھی ہے۔

وحی و رسالت کا آغاز اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّکَ الَّذِیۡ خَلَقَ سے ہوا۔ یہ حیاتِ مبارکہ کا انقلابی واقعہ تھا۔ اب آپؐ سماج کے لیے سب سے مہذّب، شریف، صادق و امین انسان ہی نہیں تھے، بلکہ مبعوث من اللہ تھے، جسے دنیا کی ہدایت و راہ نمائی کے لیے کھڑا کیا گیا تھا۔ اب آپؐ کی حیثیت پوری دنیا کے قائد و رہ نما کی تھی۔ دنیا کے لیے توحید اور آخرت کا عقیدہ جتنا ناقابلِ قبول تھا، اتنا ہی، بلکہ اس سے زیادہ آپؐ کا اعلانِ رسالت

تھا۔ آج بھی منکرین ومخالفین اس حقیقت کو تسلیم کرنے سے گریز کرتے ہیں کہ آپؐ کی بعثت اللہ کی طرف سے ہوئی ہے اور عرب وعجم اور مشرق ومغرب کو آپؐ کی سیادت و قیادت تسلیم کرنی ہوگی۔ اسی میں دنیا اور آخرت کی فلاح ہے:

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعاً الَّذِىْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (الاعراف:۱۵۸)

اے محمدؐ! کہو کہ اے انسانو! میں تم سب کی طرف خدا کا پیغمبر ہوں، جو زمین اور آسمانوں کی بادشاہی کا مالک ہے۔

قرآن مجید نے آپؐ کی اس حیثیت کو مختلف پہلوؤں سے واضح کیا ہے کہ آپؐ رسولِ برحق ہیں، اس میں کسی کو شک وشبہ نہیں ہونا چاہیے اور قرآن آپ کی صداقت کی دلیل ہے:

يٰسٓ ۔وَالْقُرْآنِ الْحَكِيْمِ ۔اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۔عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۔تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ (یٰسٓ :۱۔ ۴)

یٰسٓ، قسم ہے قرآن کی کہ تم یقیناً رسولوں میں سے ہو، سیدھے راستے پر ہو (اور یہ قرآن) غالب اور رحیم ہستی کی نازل کردہ ہے۔

قرآن نے بار بار اس حقیقت کا اظہار کیا ہے کہ آپؐ بشر تھے اور بشری خصوصیات اور تقاضے رکھتے تھے:

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْ لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلاً صَالِحاً وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدٌ (الکھف:۱۱۰)

اے نبی! کہو کہ میں تو ایک انسان ہوں تم ہی جیسا، میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمھارا خدا بس ایک ہی خدا ہے، پس جو کوئی اپنے رب کی ملاقات کا امیدوار ہو اسے چاہیے کہ نیک عمل کرے اور بندگی میں اپنے رب کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ کرے۔

اس میں بشریت کے ساتھ رسالت کا اور آپؐ کے پیغام کا ذکر ہے۔ آپؐ نے

دنیا میں جو کارنامہ انجام دیا وہ بہ حیثیت رسول تھا۔ اس پہلو سے مطالعہ کی ضرورت ہے۔

آپؐ کی رسالت کی دلیل آپؐ کا 'امی' ہونا ہے۔ آپ کو 'نبی امی' اس لیے کہا گیا کہ آپؐ نے رسمی تعلیم نہیں پائی تھی۔ آپؐ نوشت وخواند سے ناواقف تھے۔ اس کے باوجود آپؐ نے اس کائنات کی حقیقت، خدا کی ذات وصفات، آخرت اور اس کے احوال، وحی ورسالت اور انسان کے آغاز وانجام سے دنیا کو آگاہ کیا اور اس کی بنیاد پر ایک نیا نظامِ فکر وعمل پیش کیا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپؐ کا ذریعۂ علم انسانی ذرائع علم سے مختلف ہے اور وہ وحی الٰہی ہے:

وَمَا كُنتَ تَتْلُو مِن قَبْلِهِ مِن كِتٰبٍ وَلَا تَخُطُّهُ بِيَمِينِكَ إِذاً لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُونَ (العنکبوت: ۴۸)

آپ اس سے پہلے کسی کتاب کی تلاوت نہیں کرتے تھے اور نہ اپنے دائیں ہاتھ سے لکھتے تھے۔ اس صورت میں باطل پرست شک کرسکتے تھے۔

اس حقیقت کو اس طرح بھی بیان کیا گیا ہے:

وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَى۔ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَى (النجم: ۳۔۴)

وہ اپنی خواہشِ نفس سے نہیں بولتا، یہ تو ایک وحی ہے جو اس پر نازل کی جاتی ہے۔

ایک جگہ نزولِ قرآن کا ذکر ان الفاظ میں آیا ہے:

وَإِنَّهُ لَتَنزِيلُ رَبِّ الْعٰلَمِينَ۔ نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ۔ عَلَى قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنذِرِينَ۔ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِينٍ۔ وَإِنَّهُ لَتَنزِيلُ رَبِّ الْعَالَمِينَ (الشعراء:۱۹۲۔۱۹۶)

یہ رب العالمین کی نازل کردہ چیز ہے۔ اسے لے کر تیرے دل پر امانت دار روح اتری ہے، تاکہ تو ان لوگوں میں شامل ہو جو (خدا کی طرف سے خلقِ خدا کو) متنبہ کرنے والے ہیں، صاف صاف عربی زبان میں، اور اگلے لوگوں کی کتابوں میں بھی یہ موجود ہے۔

دعوت کا ذکر

رسول اللہ ﷺ کی منصبی ذمہ داریوں کا ذکر قرآن مجید میں بار بار آیا ہے۔ یہ ذمہ داریاں مختلف نوعیت کی ہیں۔آپؐ کی تبلیغی ذمہ داریوں کے متعلق ارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا۔ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا (الاحزاب: ۴۵۔۴۶)

اے نبی! ہم نے آپ کو بھیجا ہے گواہ بنا کر، بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر، اللہ کی اجازت سے اس کی طرف دعوت دینے والا بنا کر اور روشن چراغ بنا کر۔

یہ شہادتِ حق، بشارت اور انذار، دعوت الیٰ اللہ آپؐ کے سراج منیر ہونے کے مختلف پہلو ہیں۔

منصبِ رسالت پر سرفراز ہونے کے بعد آپ نے اللہ تعالیٰ کے دین کی دعوت دی تو آغاز میں معدودے چند افراد نے آپ کا ساتھ دیا۔ مجموعی طور پر قوم کا ردّعمل سخت تھا۔ قرآن کو شاعری، سحر، داستاں گوئی کہا جاتا، طنز وتعریض، استہزاء کیا جاتا۔ قرآن مجید نے تفصیل سے اس کا ذکر کیا ہے۔اس صورت حال میں ان کی لاف زنی اور لایعنی بحثوں کو صبر سے برداشت کرنے کا حکم دیا گیا۔

مخالفین نے آپؐ پر اور آپؐ کے ساتھیوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑنے شروع کر دیے۔ طرح طرح کی اذیتیں دی جاتی تھیں۔ اسی کے ساتھ آپؐ کو دعوت وتبلیغ سے باز رکھنے کی کوشش کی جاتی۔ کبھی آپؐ سے دوسرا قرآن پیش کرنے کے لیے کہا جاتا، کبھی کہا جاتا کہ آپ اپنے موقف میں نرمی اختیار کریں تو ہمارا رویہ بھی تبدیل ہوسکتا ہے:

وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ (القلم: ۹)

وہ چاہتے ہیں کہ اگر آپ مداہنت کریں تو وہ بھی مداہنت کریں۔

ان تمام سختیوں کے باوجود حکم ہوا: فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ الحجر: ۹۴ (جس چیز کا آپ کو حکم دیا گیا ہے اسے واشگاف کہہ دو اور

مشرکین سے منہ پھیرلو)۔آپ واضح کردیں کہ فکروعمل کی ان کی راہ جدا ہےاورآپ کی جدا: وَإِن كَذَّبُوكَ فَقُل لِّي عَمَلِي وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ۔ أَنتُمْ بَرِيئُونَ مِمَّا أَعْمَلُ وَأَنَاْ بَرِيءٌ مِّمَّا تَعْمَلُونَ یونس:۱۴۱ (اگروہ آپ کی تکذیب کرتے ہیں تو کہہ دیجیے کہ میرا عمل میرے لیے ہے اورتم اپنے عمل کے ذمہ دار ہو۔ میں جو کچھ کررہا ہوں اس کی ذمہ داری تم پر نہیں ہے اور جو کچھ تم کررہے ہو اس کی ذمہ داری مجھ پر عائد نہیں ہوتی۔)

آپ کو اطمینان دلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے قانون کے تحت کامیابی بہرحال آپؐ ہی کو ہوگی:

إِنَّا لَنَنصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ (مومن:۵۱)

بے شک ہم مدد کرتے ہیں اپنے رسولوں کی اور ایمان والوں کی دنیا کی زندگی میں بھی اوراس دن بھی کریں گے جب گواہ کھڑے ہوں گے۔

فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِينَ لَا يُوقِنُونَ (الروم:۶۰)

اے نبیؐ! صبر کرو۔ یقیناً اللہ کا وعدہ سچا ہے اور ہرگز ہلکا نہ پائیں تم کو وہ لوگ جو یقین نہیں لاتے ہیں۔

دوسری طرف مخالفین کے بارے میں کہا گیا:

وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ (الشعراء:۲۲۷)

اور ظلم کرنے والوں کو عن قریب معلوم ہوجائے گا کہ وہ کس انجام سے دوچار ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ (القمر:۴۵)

عن قریب یہ جمعیت شکست کھائے گی اور یہ سب پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے۔

ہجرت

اہلِ مکہ کے ساتھ کش مکش جب آخری حد کو پہنچ گئی اور مدینہ کے قبائل اوس و

خزرج نے آپ کو پناہ دینے کا فیصلہ کیا تو مدینہ کی طرف صحابہ کرام ہجرت کرنے لگے۔ مشرکین نے سوچا کہ یہ بھی کسی وقت مدینہ چلے جائیں گے۔ لہٰذا اس سے پہلے ہمیں کوئی حتمی اقدام کرنا چاہیے۔ قرآن اس کا ذکر اس طرح کرتا ہے:

وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُواْ لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللّهُ وَاللّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ (الانفال: ۳۰)

جب منکرین حق تمہارے خلاف تدبیریں کررہے تھے کہ تمہیں قید کردیں، یا قتل کردیں، یا یہاں سے نکال دیں۔ وہ اپنی چال چل رہے تھے اور اللہ اپنی تدبیر کررہا تھا۔ اللہ بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔

ایک اور جگہ مخالفین کے منصوبے کا ذکر ہے اور کہا گیا کہ وہ اس میں کام یاب نہیں ہوں گے:

وَإِن كَادُواْ لَيَسْتَفِزُّونَكَ مِنَ الأَرْضِ لِيُخْرِجوكَ مِنْهَا وَإِذاً لاَّ يَلْبَثُونَ خِلافَكَ إِلاَّ قَلِيلاً ۔ سُنَّةَ مَن قَدْ أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِن رُّسُلِنَا وَلاَ تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيلاً (بنی اسرائیل: ۷۶۔۷۷)

بے شک یہ اس کوشش میں ہیں کہ تم اس سرزمین پر نہ رہو، تاکہ وہ تمہیں اس سے نکال دیں۔ اس کے بعد وہ خود بھی زیادہ دن تک نہ رہ سکیں گے۔ ہم نے تم سے پہلے جو رسول بھیجے ہیں ان کے سلسلے میں ہماری یہی سنت رہی ہے اور تم ہماری اس سنت میں تبدیلی نہ پاؤ گے۔

بہرحال ہجرت ہوئی اور آپؐ اپنے رفیق سفر حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ غار ثور میں روپوش رہے۔ ایک موقعہ پر دشمن غار کے دہانے پر پہنچ گئے تو حضرت ابوبکرؓ کو تشویش ہوئی۔ اس حال میں آپؐ نے وہ تاریخی جملہ کہا جو اللہ پر آپؐ کے اعتماد و توکل کا مظہر کامل ہے لاَ تَحْزَنْ إِنَّ اللّهَ مَعَنَا (غم نہ کرو! بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے)۔ آگے فرمایا:

وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُواْ السُّفْلَى وَكَلِمَةُ اللّهِ هِيَ الْعُلْيَا

(التوبۃ:۴۰)
اس نے کافروں کا بول نیچا کر دیا اور اللہ کا بول تو اونچا ہی ہے۔

غزوات

رسول اللہ ﷺ کے غزوات کا ذکر قرآن نے کہیں اختصار سے اور کہیں تفصیل سے کیا ہے۔ سورۂ انفال میں غزوۂ بدر کا تفصیل سے ذکر ہے۔ سورۂ آل عمران میں جنگ احد کا بیان ہے کہ کس طرح جیتی ہوئی جنگ شکست میں تبدیل ہوگئی۔ سورۂ احزاب میں جنگ احزاب کا تذکرہ ہے۔ اس میں مشرکین، یہود اور منافقین کا کردار زیر بحث آیا ہے۔ سورۂ حشر میں مدینہ کے یہود کے اخراج کا بیان ہے۔ سورۂ فتح میں صلح حدیبیہ کو 'فتح مبین' کہا گیا اور وہ فی الواقع فتح مبین ثابت ہوئی، سورۂ نصر میں فتح مکہ کا ذکر ہے، جس کے بعد لوگ اسلام میں فوج در فوج داخل ہونے لگے اور حجاز پر اسلامی سلطنت قائم ہوگئی۔

اظہارِ دین

آپؐ کی سیرت کا ایک تابناک پہلو یہ ہے کہ منکرین اور مخالفین کی تمام تر کوششوں کے باوجود آپؐ کو سیاسی غلبہ حاصل ہوا اور جس دین کے آپ حامل تھے وہ پورے ملک کا دستور اور نظام حکمرانی بن گیا۔ اس طرح آپ کی بعثت کا مقصد پورا ہوا۔ هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ الصّف:۹ (وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسولوں کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا، تاکہ اسے پورے دین مخالف پر غالب کر دے، چاہے مشرک اسے ناپسند ہی کیوں نہ کریں۔) یہ غلبہ دلیل و برہان کے میدان میں بھی ہوا اور سیاسی طور پر بھی اور اللہ کا وعدہ پورا ہوا کہ اہل ایمان کو وہ اقتدار عطا کرے گا۔

☆☆☆

تہذیب وسیاست کی تعمیر میں اسلام کا کردار

(مقالات سمینار)

مرتبین: ڈاکٹر صفدر سلطان اصلاحی /مولانا محمد جرجیس کریمی

ادارۂ تحقیق وتصنیف اسلامی علی گڑھ کی جانب سے منعقدہ سمینار مؤرخہ ۲۳۔۲۴/ فروری ۲۰۱۴ء کے مقالات کا مجموعہ، جس میں تحریک اسلامی ہند کے اکابراور قائدین کے خطبات کے علاوہ ملک کے ممتاز مفکرین اور دانش وروں کے کل چھتیس(۳۶) مقالات شامل ہیں۔ ان مقالات میں تہذیب و سیاست کے مختلف پہلوؤں کا احاطہ کیا گیا ہے، جن میں مغربی اور اسلامی تہذیبوں کے اجزائے ترکیبی، ان کے درمیان موجود فرق و امتیازات، تہذیبوں کے تصادم کا موجودہ نظریہ، امت مسلمہ کی موجودہ تہذیبی و سیاسی صورت حال، قرآن مجید اور احادیث نبوی میں حکومت و سیاست کے تصورات، موجودہ طریقۂ انتخاب، پارلیمانی نظامِ حکومت، تکثیری معاشرے کے مسائل جیسے اہم مباحث اورمعروف علمائے سلف اور جدید مفکرین کی وقیع کتب کے تجزیاتی مطالعے پیش کیے گئے ہیں۔

یہ ایک ایسی دستاویز ہے، جوقوم وملت کی علمی رہ نمائی اورموجودہ پیچیدہ حالات کے تقاضوں کے فہم وادراک اوراس کی روشنی میں اپنے لائحۂ عمل کی تعیین میں مدومعاون ثابت ہوگی۔

دیدہ زیب ٹائٹل، بہترین کاغذاور معیاری طباعت

کل صفحات ۸۳۶، قیمت:۶۰۰روپے صرف

ملنے کے پتے

مکتبہ تحقیق وتصنیف اسلامی، نبی نگر، جمال پور، پوسٹ بکس نمبر ۹۳،علی گڑھ۔ ۲۰۲۰۰۲

مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، D-307، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی۔ ۱۱۰۰۲۵